مسئلہ کفر و اسلام

مطابق ارشاد حضرت خلیفۃ المسیحؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفاظ کے معانی میں وسعت کے اصل کو مدِ نظر نہ رکھنے سے بہت سے مسائل میں لوگوں کو ٹھوکر لگی ہے۔ اور منجملہ دیگر امور کے اسلام اور کفر کا مسئلہ ایسا ہے جس کو بہت لوگوں نے نہیں سمجھا اور ہمارے احباب میں سے بھی بعض نے اس میں غلطی کھائی ہے۔ کسی مسئلہ کو صاف کرنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور کیا جائے۔ اور جن امور میں ظاہر نظر سے اختلاف نظر آتا ہو انکو تطبیق دیجائے ہمارے پہلے علماء نے بھی غلطی کھائی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں ایک مضمون کی آیت سطحی نظر میں کسی دوسرے موقعہ کے خلاف نظر آئی تو بجائے اس پر تدبر کرنے اور تطبیق دینے کے جھٹ ایک کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ قرار دیدیا:

اس مسئلہ میں کہ اسلام اور کفر کے حدود کیا ہیں۔ جہاں ایک طرف ایسی آیات ہیں جیسے فرماتا ہے قل اللہ ثم ذرھم یعنی اللہ منوا کر انکو چھوڑ دو۔ اور پھر فرماتا ہے کہ لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع وصلوات ومساجد جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے مذاہب کے عبادتگاہوں کو بھی قائم رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر ایک آیت ہے وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون ٥ یعنی انکو مومن بھی کہتا ہے اور مشرک بھی۔ پھر احادیث میں بعض حدیثیں تو ایسی ہیں جیسے من قال لا الٰہ الا اللہ فقد دخل الجنۃ یعنی جو لا الٰہ الا اللہ کہے وہ بہشت میں داخل ہو جاتا ہے

www.aaiil.org

اور ایک حدیث اسی کے ہم معنے یہ بھی ہے کہ من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ اور امام ابو حنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ دل سے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ دے تو وہ مومن ہو جاتا ہے چاہے پھر اس سے شرک کفر یا ظلم سرزد ہو ؛ (2)

اس کے بالمقابل قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا اولٰئک ھم الکافرون حقا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کسی رسول کا انکار کافر بنا دیتا ہے۔ اور احادیث میں بعض احادیث ایسی ہیں کہ نماز کا متعمد تارک کافر ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ چوری یا زنا کرنے والا مومن نہیں رہتا۔ یا روزہ زکوٰۃ وغیرہ کے چھوڑنے پر سخت وعید ہیں۔ یوں بھی آتا ہے کہ اگر مومن پر بدظنی کرے۔ دخل النار۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ پر بھی لوگوں نے اعتراض کیے ہیں کہ کسی جگہ اپنے منکرین کو کافر کہا ہے اور کسی جگہ مسلمان۔

ان دو قسم کے امور میں جو ایک ظاہر تخالف نظر آتا ہے وہ درحقیقت الفاظ کے معانی میں وسعت کے اصول کو مدنظر نہ رکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی اصول کو چھوڑ کر معترضین اسلام نے بھی بہت سے حملے کیے ہیں مثلاً انبیاء علیہم السلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ نعوذ باللہ گنہگار ہوتے ہیں کیونکہ جس طرح ذنب کا لفظ ان لوگوں پر آیا ہے جنکو انکے ذنوب کی وجہ سے جہنمی کہا گیا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام پر بھی آیا ہے۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ لفظ ذنب کے معنوں میں وسعت ہے۔ وہ ان انسانی کمزوریوں پر بھی بولا جاتا ہے جن پر گناہ کا لفظ نہیں بولا جا سکتا بلکہ وہ انسان کی فطری کمزوری ہے اور بڑے سے بڑے گناہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ پس اگر تدبر سے کام لیا جائے اور آیات میں تطبیق دی جائے تو معلوم ہوگا کہ لفظ ذنب کا استعمال ان معنوں میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق نہیں ہوا جن میں دوسرے لوگوں کے متعلق ہوا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی صفت میں دوسری جگہ یوں بھی فرمایا کہ وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے بعینہٖ یہی صورت

مسئلہ اسلام و کفر کی ہے۔ اسلام مان لینے کا نام ہے اور کفر انکار کا نام ہے۔
اسلام کی بڑی اور آخری حد بندی توحید الٰہی ہے۔ پس جو شخص توحید الٰہی کا قائل ہوتا ہے
وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے مگر سب لوگ جو اسلام میں داخل ہوتے ہیں وہ یکساں
نہیں ہوتے۔ امام بخاری نے کتاب الایمان میں اس مسئلہ کو بہت صاف کیا ہے
الایمان یزید و ینقص اور کفر دون کفر سے الفاظ کے معانی کی اسی وسعت کی طرف
اشارہ کیا ہے۔ بلکہ اسی باب میں وہ حدیث بھی درج کی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ اُریت النار فاذا اکثر اھلھا النساء یکفرن یعنی دوزخ میں
زیادہ عورتیں دیکھیں کیونکہ وہ کفر کرتی ہیں تو صحابہؓ نے عرض کیا ایکفرن باللہ کیا وہ
اللہ کا کفر کرتی ہیں فرمایا یکفرن العشیر وہ خاوند کا کفر کرتی ہیں۔ جس سے کفر کی
معنی کی وسعت صاف معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے اسی باب میں وہ حدیث
بھی درج کی ہے جس میں اہل جنت اور اہل نار کا ذکر کرکے فرمایا۔ اخرجوا من کان
فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان۔ جسکے دل میں رائی کے دانہ
کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی آگ سے نکالدو۔ جس میں یہ سمجھایا کہ یہ بھی ایمان کا ایک مرتبہ
ہے حالانکہ دوسری طرف ایمان کا وہ مرتبہ ہے کہ انسان کا دل اس سے بالکل لبریز ہوتا ہے
جیسے فرمایا کتب فی قلوبھم الایمان اور اسی ایمان سے انسان اسی دنیا میں
جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اس سے بھی بڑھکر مسلم میں وہ حدیث ہے جس میں یہ لکھا ہے
شفعت الملائکۃ و شفع النبیون و لم یبق الا ارحم الراحمین
فیقبض قبضۃ فیخرج منہ قوما لم یعملوا خیرا قط۔ یعنی ان لوگوں کو دوزخ سے
نکالنے کے بعد جنھوں نے رائی کے دانہ کے برابر بھی نیکی کی ہوگی اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ
سب شفاعت کر چکے اور اب سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا باقی ہے
سو وہ ایک مٹھی بھر کر ان لوگوں کو نکالدیگا جنھوں نے کبھی بھی کوئی نیکی نہیں کی۔ اور بعض
احادیث میں آیا ہے کہ جہنم پر ایک وقت آئیگا کہ اس میں کوئی بھی نہ ہوگا۔ ان احادیث سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور کفر کے مراتب ہیں۔ بلکہ خود قرآن کریم نے اس مضمون کو

ایک ہی آیت میں بالکل صاف کر دیا ہے جہاں فرمایا وما یؤمن اکثرھم باللہ الا
وھم مشرکون۔ جس میں یہ سمجھایا ہے کہ اکثر لوگوں کا تو یہی حال ہے کہ اللہ پر ایمان
لانے کے باوجود دل کے کسی نہ کسی کونہ میں شرک باقی رہتا ہے پس باوجود مشرک
ہونیکے بھی مومن کا لفظ ان پر بولا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جب ایک شخص اللہ تعالیٰ کی توحید
پر ایمان لے آتا ہے تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے
جیسے ایک بچہ کسی مدرسہ میں داخل ہو جائے۔ لیکن تکمیل تعلیم کے لیئے اسے ضروری ہے
کہ وہ استادوں کی ہدایات پر چلے اور ان پر عمل کرے اسی طرح جو شخص توحید الٰہی پر
ایمان لاتا ہے وہ معاً تکمیل کے درجہ کو نہیں پہنچ جاتا بلکہ یہ ابتدا ہے۔ بیشک وہ
اسلام کے دائرہ کے اندر داخل ہو گیا مگر تکمیل ایمان کے لیئے قرآن کریم کی ہدایات کی
پیروی کی ضرورت ہے۔ ان ہدایات کے جس حصہ کو کوئی شخص اپنے عمل میں لاتا ہے اس
حصہ میں تکمیل حاصل کرتا ہے۔ اور جس حصہ کو ترک کرتا ہے اس حصہ میں نقصان اٹھاتا
ہے۔ اور وہ حصہ نشوونما نہیں پاتا۔ درحقیقت کفر کے معنے بھی دبانے کے ہیں۔
پس یہ حصہ دبا رہنے کی وجہ سے انسان اسکا کافر رہتا ہے۔ لیکن وہ کُل کا کافر نہیں
ہو جاتا بلکہ جس حصہ کو مانتا ہے اس میں مسلم ہے اور جس حصہ کو چھوڑتا یا اس کا انکار کرتا ہے
اس میں وہ کافر ہے۔ اور یہی اصول ادنیٰ سے اعلیٰ ہدایات یا ضروریات ایمان پر حاوی ہے
جو شخص لا الٰہ الا اللہ کا انکار کرے وہ تو اس دائرہ سے ہی خارج ہو گیا لیکن جو شخص
لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر کے کسی اور حصہ کو چھوڑتا ہے وہ دائرہ کے اندر تو ہے مگر اس
خاص حصہ کا کافر ہے۔ ابن اثیر نے نہایہ میں جو حدیث کی سب سے معتبر لغت ہے۔ کفر کے
لفظ پر بحث کرتے ہوئے اس مسئلہ کو خوب صاف کر دیا ہے۔ سب سے پہلے یہ حدیث
نقل کی ہے۔ الا لا ترجعن بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب
بعض جسکے معنے یہ ہیں کہ میرے پیچھے تم نے کافر نہ ہو جانا کہ بعض بعض کی گردن مارنے
لگو۔ اور پھر اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا ہے۔ قیل لا تعتقدوا تکفیر
الناس کما یفعلہ الخوارج یعنی لوگوں کی تکفیر کا اعتقاد نہ رکھو۔ جیسے خارجیوں کا

مذہب ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔ والکفر صنفان احدھما الکفر باصل الایمان
وھو ضدہ والاخر الکفر بفرع من فروع الاسلام فلا یخرج بہ عن
اصل الایمان۔ یعنی کفر دو قسم ہے ایک اصل ایمان کا انکار اور وہ ایمان کی ضد ہے
اور دوسرا اسلام کے فروع میں سے کسی فرع کا کفر یا انکار جس سے آدمی اصل ایمان
سے خارج نہیں ہوتا۔ پھر ابن عباسؓ کی یہ حدیث لائے ہیں قیل لہ ومن لم یحکم
بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون قال ھم کفرۃ ولیسوا کمن کفر
باللہ والیوم الآخر یعنی جب ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو
اسکے مطابق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا سو یہی کافر ہیں تو فرمایا وہ کافر ہیں لیکن اسکی
طرح کافر نہیں جو اللہ اور یوم آخر کا انکار کرتا ہے۔ پھر ایک اور حدیث لائے ہیں۔
ان الاوس والخزرج ذکروا ما کان منھم فی الجاھلیۃ فثار
بعضھم الی بعض بالسیوف فانزل اللہ تعالیٰ وکیف تکفرون
وانتم تتلیٰ علیکم آیات اللہ وفیکم رسولہ۔ یعنی اوس اور خزرج
(دو انصاری قبیلوں) نے کچھ جاہلیت کی آپس کی باتوں کا ذکر کیا.... پھر ایک دوسرے
پر تلواریں لیکر حملہ آور ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم کس طرح کفر کرتے
ہو حالانکہ تم پر اللہ کے حکم پڑھے جاتے ہیں اور تمھارے درمیان اس کا رسول ہے۔
اور اسکے بعد لکھتے ہیں اور یہ اللہ کے ساتھ کفر نہیں تھا۔ ایسا ہی حدیث انوار نقل کی
ہے۔ ان اللہ ینزل الغیث فیصبح قوم بہ کافرین یقولون مطرنا
بنوء کذا وکذا۔ یعنی اللہ تعالیٰ بارش اتارتا ہے پھر ایک قوم اس کی وجہ سے کافر
ہو جاتی ہے کہتے ہیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر مینہ برسایا گیا۔ اور اسکا مطلب
یوں بیان کیا ہے۔ ای کافرین بذلک دون غیرہ حیث ینسبون
المطر الی النوء دون اللہ یعنی وہ اس حصے کے کافر ہوتے ہیں نہ کسی دوسرے
حصے کے کیونکہ وہ اللہ کو چھوڑ کر بارش کو ستارے کی طرف منسوب کرتے ہیں ایسا ہی اور
بھی بہت سی احادیث اس مسئلہ کے متعلق نہایہ میں نقل کی گئی ہیں مثلاً یہ حدیث کہ

من رغب عن ابیه فقد کفر۔ یہاں بھی کفر کے معنے خارج از اسلام ہونے کے نہیں
اور حدیث الردۃ میں جو لفظ آئے ہیں وکفر من کفر من العرب حالانکہ ان میں ایک
قسم کے وہ لوگ تھے۔ جنکے متعلق لکھا ہے۔ والصنف الثانی من اہل الردۃ
لم یرتدوا عن الایمان ولکن انکروا فرض الزکوۃ یعنی دوسرا گروہ مرتدین کا
وہ تھا جو ایمان سے مرتد نہیں ہوئے بلکہ فرض زکوۃ کا انکار کیا تھا۔ اور ایسا ہی حدیث
لا تکفروا اہل قبلتک یعنی اہل قبلہ کو کافر مت کہو یا کافر مت سمجھو۔ اور بھی بہت
سی احادیث ہیں مگر صرف انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اگر اس امر کو مدنظر رکھا جاوے تو حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں میں بھی کوئی اختلاف
نظر نہیں آتا۔ اور نہ آپ کی کسی تحریر کو کسی دوسری تحریر سے منسوخ قرار دینے کی ضرورت
پڑتی ہے۔ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرتا ہے یا ان پیشگوئیوں کو
نہیں مانتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق کیں اور آپ کے آنے سے
وہ پوری ہوئیں وہ اس حصہ کا کافر ہے۔ مگر چونکہ وہ توحید الٰہی پر ایمان لاتا ہے اسلیئے
دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ پھر اگر وہ نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے اور زکوۃ
دیتا ہے اور حج کرتا ہے تو وہ ان سب کا کافر نہیں۔ یا ایک شخص مسیح موعودؑ کو مانتا
ہے تو وہ اس حصہ کا تو کافر نہیں لیکن اگر وہ باوجود ماننے کے نماز نہیں پڑھتا یا روزہ
نہیں رکھتا تو وہ اس حصہ کا کافر ہے۔ مسیح موعودؑ کے نہ ماننے سے ایک شخص قابل مواخذہ
ہے مگر وہ دائرہ اسلام سے اسوقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک کہ لا الٰہ الا اللہ
کا انکار نہ کرے چنانچہ خود حضرت مرزا صاحبؑ اپنی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ
۱۳۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر
یا دجال نہیں ہو سکتا ہاں ضال اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور میں اس کا نام
بے ایمان نہیں رکھتا ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادہ صدق و صواب سے
دور سمجھتا ہوں جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدائے تعالیٰ نے میرے پر

کھولی ہیں ..... لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جبتک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے"۔

اس عبارت کی حقیقت کو اور بھی واضح کرنے کے لیئے ان واقعات پر غور کرنا چاہیئے جن کی بنا پر یہ عبارت لکھی گئی۔ وہ واقعات یہ ہیں کہ ۲۴- فروری ۱۸۹۹ء کو مسٹر ڈولی ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں ایک اقرار نامہ منجانب مولوی محمد حسین بٹالوی اس مضمون کا دیا گیا کہ میں آئندہ مرزا صاحب کو کافر اور دجّال نہیں کہوں گا۔ اور ایک اقرار نامہ اسی مضمون کا حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف سے دیا گیا کہ میں آئندہ مولوی محمد حسین کو دجّال اور کافر نہیں کہوں گا۔ اسپر کتاب تریاق القلوب میں حضرت صاحبؑ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو ملزم ٹھہرا کر لکھا ہے کہ اس اقرار کے بعد وہ استفتا اس کا کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے تیار کیا تھا۔ اگر وہ اس فتوے دینے میں راستی پر ہوتا تو اسکو حاکم کے روبرو یہ جواب دینا چاہیئے تھا کہ میرے نزدیک بے شک یہ کافر ہے اس لیئے میں اسکو کافر کہتا ہوں ..... ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کیئے ہیں مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا" اور پھر اس کی وجہ ان الفاظ میں بیان کی ہے جو اوپر درج ہیں۔ یعنی یہ کہ جب مولوی محمد حسین نے انکو کافر کہنا چھوڑ دیا اور اقرار کیا کہ آئندہ کبھی کافر نہ کہونگا تو وہ وجہ بھی جاتی رہی جس وجہ پر مرزا صاحبؑ اسے کافر کہتے تھے اور اس لیئے حضرت صاحبؑ کی طرف سے ایسا اقرار سراسر انکے مذہب کے مطابق تھا تریاق القلوب کی ان عبارتوں سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبؑ کا ابتدا سے یہی مذہب تھا اور مولوی محمد حسین جیسے شدید مخالف کو بھی انہوں نے اسوقت سے کافر کہنا ترک کر دیا بلکہ اقرار کیا کہ آئندہ اسے کبھی کافر نہ کہیں گے جب اس نے اپنا کفر کا فتویٰ واپس لے لیا۔ اور یہ اقرار کر لیا کہ آئندہ مرزا صاحب کو کبھی کافر نہ کہونگا۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا اس عقیدہ کو جو ابتدا سے دعوئے مسیح موعود سے لے کر برابر سولہ سال تک حضرت صاحبؑ کا کھلا عقیدہ تھا۔ اور جس کا آپ اپنی تقریروں اور

8

تحریروں میں بار بار اعادہ کرتے رہے آپ نے کبھی بدل دیا یا منسوخ کر دیا۔ اگر واقعی آپ نو کبھی اسکے تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آتی تو آپ ضرور کھلے الفاظ میں یہ لکھدیتے کہ سابقہ عقیدہ میرا ایسا تھا مگر اب آئندہ کے لیے میں اسے تبدیل کرتا ہوں یا پہلی عبارتوں کو جو اس کے متعلق لکھی گئی ہیں منسوخ کرتا ہوں مگر آپ کی کسی کتاب میں ایک حرف تک بھی اس قسم کا اشارہ نہیں پایا جاتا کہ آپ نے کبھی اس عقیدہ کو تبدیل کیا یا منسوخ کر دیا۔ ان بعض لوگوں نے کتاب حقیقت الوحی کے بعض الفاظ سے یہ خود خیال کر لیا ہے کہ پہلا عقیدہ منسوخ ہو گیا۔ وہ الفاظ یہ ہیں جو ایک سوال کے جواب میں لکھے گئے ہیں کہ

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں"

مگر اسکی وجہ بھی آپ نے وہی بیان کی جو پہلے تریاق القلوب میں بیان کی ہے چنانچہ صفحہ ۱۶۴ پر فرماتے ہیں۔

"وہ خود اس بات کا اقرار رکھتے ہیں کہ اگر میں مفتری نہیں اور مومن ہوں تو اس صورت میں وہ میری تکذیب اور تکفیر کے بعد کافر ہوئے اور مجھے کافر ٹھیرا کر اپنے کفر پر مہر لگا دی۔ یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے"

پھر اسی مضمون کے آخر پر یہ فرمایا کہ

"حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ مازنا زان وھو مؤمن وما سرق سارق وھو مؤمن یعنی کوئی زانی زنا کی حالت میں اور کوئی چور چوری کیحالت میں مومن نہیں ہوتا"

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح چور اور زانی اس حصہ کا کافر ہوتا ہے جس حصہ کے وہ خلاف کرتا ہے اسی طرح پر مسیح کا منکر بھی اس حصہ کا کافر ہے جس کا وہ انکار کرتا ہے اور پھر خود اسی کتاب میں صفحہ ۱۷۹ پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ "اور کافر

منکر کو ہی کہتے ہیں کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے"۔

اور پھر اپنے انکار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے الگ کر کے بھی دکھایا ہے جہاں یہ تحریر فرمایا ہے کہ کفر دو قسم پر ہے۔

"اوّل ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا"

کفر کی یہ دو قسمیں کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کا انکار کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننا آپ نے اس قسم کا کفر نہیں سمجھا جیسے دوسرے قسم کے کفر جو اسلام کو مان کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق تسلیم کر کے بھی انسان سے سرزد ہو سکتے ہیں۔ اس دوسرے قسم کے شروع میں لفظ مثلاً صاف بتاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کا کفر اس دوسرے قسم کے کفروں میں سے ایک کفر ہے۔ اور یہی وہ کفر ہیں جو اسلام کے دائرہ کے اندر رہ کر بھی انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں جن کی مثال زانی اور سارق میں خود حضرت صاحب نے دی ہے۔ خواہ کچھ بھی کہا جاوے اس تقسیم سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کا مذہب یہی تھا کہ مسیح موعودؑ کا کفر انسان کو محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا کافر نہیں بناتا۔ سوائے اسکے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکام کو ماننے سے انکار کیا جن کے رو سے مسیح موعودؑ کو ماننا ضروری ہے۔ جس طرح پر ایک والدین کا نافرمان ایک نماز یا روزہ کا تارک۔ ایک زکوٰۃ کا نہ دینے والا۔ ایک جھوٹ بولنے والا۔ وغیرہ۔ قرآن کریم کی ایک حکم کا انکار کرتا ہے۔ اور اس طرح پر وہ انکار گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار ہو جاتا ہے

پھر اسی کتاب میں صفحہ ۱۷۸ پر حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

"ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اپنے رسالہ المسیح الدجال میں مجھ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائیگا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائیگا اور دوزخ میں پڑے گا یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے میں نے کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا"

اور پھر اسی کتاب کی صفحہ ۱۶۵ کے حاشیہ پر صاف لکھا ہے۔

"پس مَیں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا"

یہ تو کتاب حقیقت الوحی کی ہی سب عبارتیں ہیں جو آپ کے عقیدہ کو اب بھی ویسا ہی ظاہر کر رہی ہیں جیسا تریاق القلوب میں لکھا ہے اور اگر کوئی الفاظ اس میں ایسے بھی ہوں جنہیں متشابہ کہا جاسکے تو ان کو محکمات کی طرف لے جانا چاہیئے۔ اور تریاق القلوب کی عبارت میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ پھر خود حقیقت الوحی کے دوسرے مقامات تریاق القلوب کے خیال ہی کی تائید کرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ حضرت صاحبؑ اپنی وفات تک اسی عقیدہ پر قائم رہے۔ چنانچہ ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار بدر میں آپ کی تقریر چھپی ہے جس میں پر زور الفاظ میں اسی عقیدہ کو دہرایا ہے۔ یہاں آپ پر یہ سوال کیا گیا تھا کہ

"اگر تمام غیر احمدیوں کو کافر کہا جائے تو پھر اسلام میں تو کچھ بھی نہیں رہتا"

جس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

"ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جبتک کہ وہ ہمیں کافر کہکر خود کافر نہ بن جائے"

اور پھر اس تقریر میں فرمایا کہ "جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اُسے ہرگز کافر نہیں کہتے"

اب کتاب حقیقت الوحی سے پہلے کی تمام تحریریں۔ اور اس کے بعد کی تمام تحریریں خود کتاب حقیقت الوحی کے مقامات متنازعہ کو چھوڑ کر دوسرے تمام حوالجات یہ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت صاحبؑ کا عقیدہ ہمیشہ وہی رہا ہے جس کا صاف اعلان تریاق القلوب اور پھر بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء میں ہے۔ اب اگر حقیقت الوحی میں کوئی فقرات ایسے بھی ہوں جن کے دو معنے ہوسکتے ہوں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم وہی معنے اختیار کریں جس کی تائید آپ کی دیگر تحریرات اور کتاب حقیقت الوحی کے دیگر مقامات سے اس کثرت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور اسکے سوا کوئی دوسرے معنے کرنا جنسے مختلف عبارات میں اختلاف پیدا ہو۔ یا کسی حصہ کو کسی دوسرے حصہ سے منسوخ قرار دینا بڑی غلطی ہے۔

قبل اسکے کہ مَیں اس مضمون کو ختم کروں - اس مضمون کے متعلقہ واقعات کا اظہار ضروری ہے - اور وہ یہ ہے کہ خواجہ صاحب کا ایک خط آیا تھا جس میں انہوں نے یہ دریافت کیا تھا کہ گو لندن میں نماز جمعہ کی امامت میرے سپرد ہے اور اور بھی نمازوں میں جہاں میں موجود ہوں مجھے ہی آگے کیا جاتا ہے لیکن تاہم مَیں اس معاملہ میں حضور کا فیصلہ چاہتا ہوں کہ اگر کسی جگہ یعنی ولایت میں جہاں احمدیوں پر دوسرے مسلمانوں کی طرف سے کفر کا کوئی فتویٰ نہیں ہے ضرورت پیش آجائے تو کیا انکے پیچھے نماز ادا کر لیا کروں جیسا کہ عرب اور افریقہ وغیرہ بعض دیگر مقامات میں آپنے اجازت دی ہے اس خط کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ لکھوایا کہ جب وہاں کفر کا فتویٰ نہیں تو آپ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں - اور یہ جواب اخبار پیغام صلح میں چھپ گیا - جس پر بعض یہاں کے احباب نے اس فتوے کو غلط بتایا - حالانکہ اسی قسم کی اجازت حضرت خلیفۃ المسیح ہمیشہ حج پر جانیوالوں کو دیتے رہے - جس کی شہادت ہماری جماعت کے حاجی دے سکتے ہیں - حضرت خلیفۃ المسیح کے فتویٰ کے خلاف جو احباب تھے ان میں سے دو میرے پاس بھی آئے کہ حضرت صاحب کا فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فلاں فلاں تحریر کے خلاف ہے - مینے انہیں کہا کہ فتویٰ دینے والا تو مَیں نہیں ہوں مجھ سے بحث کرنے کا کیا فائدہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں عرض کیجیئے - انہوں نے کہا کہ انکی خدمت میں عرض کیا گیا ہے - اور یہ تحریریں دکھا دی گئی ہیں - ان ایام میں حضرت صاحب کی کمزوری بڑھ جانے کی وجہ سے گھر کے اندر ہی قرآن شریف کے نوٹ سنا کرتے تھے - چنانچہ اسکے جلد ہی بعد حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مسئلہ کفر و اسلام میں تطبیق دو - اور کچھ احادیث اور کچھ آیات قرآنی ارشاد فرمائیں جو اس مضمون کے شروع میں ہیں - مَیں چونکہ قرآن کریم کے کام میں زیادہ مصروف تھا اور دوسرے کسی قدر اپنی طرف سے اس مسئلہ کے چھیڑنے کو پسند نہ کرتا تھا - اس لیئے مینے تحریری مضمون تو چند روز تک کوئی نہ لکھا - البتہ یہ مَیں دیکھتا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح درس قرآن کریم میں یعنی میرے نوٹوں کے وقت [illegible]

[illegible]

روشنی ڈال جاتے ہیں۔ اور اس مسئلہ کا ایک نہایت وسیع پہلو آپ کے ذہن میں تھا۔ جس سے عام مسلمان بھی بے خبر ہیں۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریریں اس کی مؤید ہیں۔ جہاں آپ نے اس خیال کی کہ کوئی ایسے بھی لوگ ہونگے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے تردید کی ہے۔ خیر یہ مسئلہ بجائے خود ایک الگ بحث کو چاہتا ہے۔ اسلئے میں اسے اس جگہ نہیں چھیڑتا۔ لیکن گو مضمون تو مینے چند روز نہ لکھا لیکن آیات واحادیث محولہ پر غور کرکے اور بخاری کتاب الایمان کو پڑھکر اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح کے روزانہ ارشادات سے واقف ہوکر یہ مینے خوب سمجھ لیا کہ حضرت صاحب کس طرح پر تطبیق دیتے ہیں۔ اور بالآخر آپ کے ایک دن ایک بڑے مجمع میں جب قرآن کریم کے ترجمہ کے چندہ کا اعلان آپکے حسب ارشاد لکھکر سنایا گیا یہ فرمانے پر کہ مسلمان کافر کے مسئلہ کو تطبیق دینا تمہارے ذمہ ہے۔ مینے آخر اس مسئلہ کو لکھا۔ اور اسی اثنا میں ایک دن آپ نے میاں صاحب کو مخاطب کرکے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے میاں نے بھی اس مسئلہ کو نہیں سمجھا۔ مضمون کو لکھنے کے بعد مینے اسے حضرت خلیفۃ المسیح کو سنا بھی دیا۔ چونکہ آپ ان دنوں میں بیمار تھے۔ آپکے صاحبزادہ میاں عبدالحی نے یہ خیال کرکے کہ شاید آپ پوری توجہ سے مضمون نہ سن سکتے ہوں عرض کیا کہ حضور سنتے ہیں۔ تو آپنے فرمایا کہ میں خوب سنتا ہوں اور مجھے مخالفت ہو تو میں کہہ نہ دوں۔ آخر مضمون پر آپنے صحیح مسلم کی وہ حدیث جس میں فیخرج منه قوماً لم یعملوا خیراً قط کے الفاظ آتے ہیں درج کرنیکو فرمایا۔ چنانچہ وہ بھی درج کر دی گئی ہے۔ اور اسکے علاوہ ابن اثیر کی لغت حدیث نہایہ سے چند حوالجات درج کر دیئے گئے ہیں۔ اس مضمون کے متعلق گو بہت سے احباب بار بار یہ تقاضا کرتے تھے کہ اسے جلد چھپواؤ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح کی علالت کی وجہ سے مینے مناسب نہ سمجھا اسکے علاوہ حضرت صاحب کی کتب سے مفصل حوالجات الگ دیکھے جا دیں۔

محمد علی

ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز ۔ قادیان ۔ ۱۳ ۔ مارچ ۱۹۱۴ء